نایاب ہیرا
سلیم رؤف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عطا اس کی قلم نامِ خدا سے میں چلاتا ہوں
نیا مفہوم ملتا ہے میں آگے لکھتا جاتا ہوں

اللہ بزرگ و برتر کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مجھے یہ ننھی منی تحریریں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور پھر ان میں اتنا اثر اور برکت دی کہ اب تک تقریباً ایک کروڑ افراد ان کا مطالعہ فرما چکے ہیں، مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے، ہزاروں خطوط موصول ہوئے، لاکھوں بہن بھائیوں نے فون پر رابطہ کیا، ہزاروں خود تشریف لائے اور بتایا کہ کس طرح اللہ کی توفیق سے ان تحریروں نے انکی زندگی کا رخ بدلا۔

گوجرانوالہ: ''نمازِ جمعہ کے بعد مسجد کے باہر ایک صاحب ''ننھا مبلغ'' تقسیم کر رہے تھے۔ میں بھی لے کر گھر پہنچا۔ چھوٹی بیٹی نے پڑھنا شروع کیا تو سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اُسی وقت سب نے فیصلہ کیا کہ آئندہ اس گھر میں کبھی ٹی وی نہیں چلے گا''۔

لاہور: ''بسنت سے ایک دن پہلے 40 ہزار روپے کی ڈور اور پتنگیں خرید کر لایا تو ایک دوست نے ''واہ رے مسلمان'' پکڑاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا ''بھائی! مہربانی فرما کر آج رات اسے پڑھ کر سونا''۔ پڑھتے ہی میرے تو تن بدن میں آگ سی لگ گئی، میں اُسی وقت ڈور اور پتنگیں واپس کرنے چلا گیا۔ دوکاندار کہنے لگا اب آدھی قیمت پر واپس لوں گا۔ میں نے اس سے 20 ہزار روپے لئے اور قریبی مسجد میں جمع کروا دیئے''۔

سیالکوٹ: ''صبح اٹھا تو حیران رہ گیا کہ بچوں نے ڈور اور پتنگوں کو صحن میں آگ لگائی ہوئی تھی۔ بیوی نے بتایا کہ رات کو ''واہ رے مسلمان'' پڑھ رہے تھے۔ میں نے اُسی وقت فیصلہ کیا کہ ایسی پر اثر تحریر ہر گھر میں ہونی چاہیے۔ آپ مجھے 20 ہزار کتابچے ابھی بھیج دیں''۔

فیصل آباد: ''سلیم بھائی! تمام کتابچوں کے 500 سیٹ ابھی بھیج دیں۔ کل ایک دوست کی شادی ہے۔ میری خواہش ہے کہ میرج ہال کے گیٹ پر ہر مہمان کو ایک ایک سیٹ لفافے میں پیک کر کے تحفہ دوں''۔

بہاولپور: ''بھائی! اتنا لمبا سفر کر کے صرف آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں یقیناً آپ سن کر خوش ہوں گے کہ پچاس سال تک داڑھی مونڈتا رہا مگر ''شیطان سے انٹرویو'' پڑھنے کے بعد اب اللہ کے فضل سے داڑھی رکھ لی ہے''۔

لیہ: ''بھائی جان! اللہ کی توفیق سے آپکی تحریر ''اندر جانا منع ہے'' نے میری اور میری کزن کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ الحمد للہ! اب ہم دونوں پردے کا بہت خیال رکھتی ہیں اور ہر نماز کے بعد آپکے لئے دعا کرتی ہیں''۔

کویت: ''ایک دوست کو کتابچے دیئے تو مسکرا کر کہنے لگا!'' یہ تو میں دورانِ قید سنٹرل جیل کویت میں پڑھ چکا ہوں جہاں یہ قیدیوں کیلئے عربی اور انگریزی تراجم میں بھی موجود تھے''

سعودی عرب: ''ننھا مبلغ'' پڑھتے ہی ارادہ کیا کہ پاکستان جاتے ہی آپ سے ملاقات کروں گا۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ اب تک تقریباً ایک لاکھ فوٹو کاپیاں جدّہ شہر کے ایک ایک دفتر، دکان اور گھر میں تقسیم کر چکا ہوں''۔

ہندوستان: ''سلیم بھائی! دو ہزار کتابچے بذریعہ ڈاک اتر پردیش بھیج دیں۔ **23** تاریخ کو ایک شادی میں تقسیم کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے'' (آمین)

امریکہ: ''بھائی جان! دس ہزار روپے بھیج رہی ہوں۔ آپ یہ کتابچے کسی مناسب جگہ تقسیم فرما دیں تا کہ لوگوں کی اصلاح ہو اور یہ کام میرے لئے صدقہ جاریہ بنے''۔ (آمین)

لندن: ''بھائی آپ کو مبارک ہو کہ میں ابھی ایک بڑے اجتماع سے واپس آ رہی ہوں جہاں الحمد للہ آپ کی تحریر ''اور میں مر گیا'' پڑھ کر سنائی گئی، جسے لوگوں نے بہت پسند کیا''۔

اللہ تعالیٰ اُن تمام بہن بھائیوں کے مال، جان اور اولاد میں برکت دے جنہوں نے ان تحریروں کی تقسیم میں خصوصی دلچسپی لی۔ اللہ تعالیٰ میری والدہ محترمہ کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے اور میرے والد گرامی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے جو 14 مئی 2005ء کی صبح لیاقت باغ گوجرانوالہ سے سیر کر کے گھر تشریف لا رہے تھے کہ اچانک چاند گاڑی لگنے سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

محتاجِ دعا و اصلاح
سلیم سلف
0300-6404457
0321-6404457

نایاب ہیرا

''پرنسپل صاحب! برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، اب تو ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا، ہم نے عمر کو آپ کے سکول اس لیے بھیجا تھا کہ ہمارے رشتہ داروں کو پتہ چل جائے کہ ہمارا تعلق ایک ''روشن خیال'' مذہبی گھرانے سے ہے اور اس لیے بھی کہ خاندان بھر میں ہمارا سر فخر سے بلند ہو جائے کہ ہمارا بیٹا حافظِ قرآن بن رہا ہے۔ مگر آپ کے ایک ٹیچر نے ہمارے سارے منصوبے خاک میں ملا کر رکھ دیے۔ وہ روزانہ عمر کو کوئی نہ کوئی ایسی پٹی پڑھا کر بھیجتا ہے کہ اُس احمق نے اپنے آپ کو مفتی اعظم سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ جب دیکھو ہمارے خلاف ہی فتوے جاری کرتا رہتا ہے۔ سچ پوچھیں! ہم تو تنگ آ چکے ہیں اس کی ان اوچھی حرکتوں سے''۔

''بھائی جان! ذرا آہستہ بولیں، ساتھ والے کمرے میں بچے پڑھ رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں اور مجھے عمر کے استادِ محترم کا نام بتائیں، میں ابھی ان سے پوچھتا ہوں کہ اصل معاملہ کیا ہے''۔

''نام وام کا تو مجھے علم نہیں، البتہ ایک نشانی ضرور یاد ہے کہ جب دیکھو اس کی داڑھی پہلے سے دو تین انچ لمبی ہوتی ہے، نہ جانے کون سی فیکٹری کی کھاد ڈالتا ہے۔''

''او مسٹر! خبردار اس سے آگے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا، میں اپنی اور اپنے اساتذہ کی توہین تو برداشت کر سکتا ہوں، مگر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی کسی سنت کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! تم نے داڑھی کا مذاق نہیں اُڑایا بلکہ سرکارِ مدینہ ﷺ کا مذاق اُڑایا ہے اور صرف یہی نہیں کہ تمہاری نظر میں استاد کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ادب و احترام کا بھی کوئی پاس نہیں۔ اللہ کے بندے! ہم اپنی داڑھیوں کو کھاد نہیں ڈالتے، البتہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توفیق سے دن میں پانچ مرتبہ پانی ضرور دیتے ہیں۔ میرے بھائی! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اپنے ایمان کی فکر کرو اور آئندہ کبھی ایسے الفاظ اپنی زبان پر لانے کی جرأت نہ کرنا''۔

''پرنسپل صاحب! آپ تو یونہی آپے سے باہر ہو رہے ہیں، ذرا سی بات میرے منہ سے کیا نکلی، آپ نے خطبہ ہی دینا شروع کر دیا۔ ایک ہم ہیں کہ آپ کے اس تربیت یافتہ شاگرد سے روزانہ ہزاروں سنتے ہیں اور کبھی آپ سے شکایت نہیں کی۔ خیر! آپ کا بھی کوئی قصور نہیں، غلطی تو میری تھی کہ میں نے اپنے بچے کے لیے آپ کے سکول کا انتخاب کیا، ورنہ اس کی ماما نے تو شروع دن سے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی، ''عمر کے پاپا! اسے صُفہ میں داخل نہ کروانا ورنہ یہ بچہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یاد رکھنا! تمہیں داڑھی رکھنا پڑے گی اور مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ یہ مجھے برقعہ پہننے پر مجبور کرے گا اور وہ دن دور نہیں جب یہ اس گھر سے کیبل کا جنازہ نکال کر دم لے گا''۔

یقین جانیں! جس دن میں عمر کو لے کر آپ کے پاس آیا تھا، اس کی ماں بیچاری سارا دن نڈھال پڑی رہی، احتجاجاً نہ کچھ کھایا نہ پیا، آنسو تو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ تقریباً ایک ماہ تک مجھ سے ناراض رہی۔ کیسا پردہ پڑا میری عقل پر.....؟ وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے باقی تین بیٹوں ابوبکر، عثمان اور علی کے بارے میں یہ احمقانہ فیصلہ نہ کیا ورنہ ان کی ماں تو کب کی صدمے سے مرکھپ گئی ہوتی۔ ناں بابا ناں! ہمیں ایسا ''شِدّت پسند'' اور ''تنگ نظر'' مسلمان نہیں چاہیے۔ آخر دنیاداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ہم باز آئے ایسی مسلمانی سے۔ ہمیں وہ کرسچن سکول ہی بہتر ہے۔ میں عمر کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں اور کل سے یہ سکول نہیں آئے گا''۔

''محترم ٹھہریں.....! بات تو سنیں..... جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔ کیوں اتنے قیمتی اور نایاب ہیرے کو گندے نالے میں پھینکنے لگے ہیں۔ میں نے اپنی بیس سالہ نوکری کے دوران ایسا ذہین اور نیک طالب علم نہیں دیکھا کہ جو ہر ٹیسٹ میں اول آئے اور جس کا ہر عمل محسنِ انسانیت سیّدنا محمد ﷺ کے پیارے طریقے کے مطابق ہو۔ ہاں! اگر آج اس سے کوتاہی ہوئی ہے تو ایک موقع دیں، میں اسے سمجھاتا ہوں، یہ ابھی آپ سے معافی مانگے گا اور آئندہ ان شاء اللہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ آپ فرمائیں ہوا کیا ہے''؟

''ہونا کیا ہے! کوئی ایک حرکت ہو تو بتاؤں، جب سے یہ صُفّہ میں داخل ہوا ہے، بہت بدتمیز ہو گیا ہے۔ ابھی چند دن پہلے میں نے دوستوں کی دعوت کی، کھانے سے فارغ ہو کر حسبِ معمول سب انڈین فلم سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ یہ صاحب بہادر ٹیوشن سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں تشریف لائے۔ ایک دوست نے پاس بٹھانا چاہا، بازو پکڑنے کی دیر تھی، اسے تو جیسے کسی چڑیل نے چُھو لیا ہو۔ سب بہت حیران ہوئے کہ بھائی اتنی بھی ٹی وی سے کیا نفرت؟ دوستوں نے منت سماجت کی، تو کہنے لگا کہ ایک شرط پر بیٹھوں گا، پہلے آپ کو میری ایک بات سننا ہو گی۔ سب متوجہ ہوئے تو مولانا صاحب بولے!

''ابا جان! اگر آپ سے کوئی کہے کہ پچاس لاکھ روپے لے لیں اور اپنے بیٹے عمر کی آنکھیں نکال دیں، کیا آپ دینا پسند فرمائیں گے؟ یقیناً آپ ایسا نہیں کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان آنکھوں کی قیمت پچاس لاکھ سے زیادہ ہے، یعنی بہت ہی قیمتی اور نایاب چیز ہے۔

ابا جان! اب ذرا ٹھنڈے دل سے میری بات پر غور فرمایئے گا۔ یاد ہے! اس دن گھر آتے ہی آپ بھائی ابوبکر پر برس پڑے تھے ''او نالائق! اتنی لاپرواہی سے موٹر سائیکل چلاتے ہو، تم انسان ہو یا بازی گر؟ تمہیں تو کسی موت کے کنویں میں ملازم ہونا چاہیے تھا۔ پچاس ہزار روپے کی موٹر سائیکل تمہیں لے کر دی تھی، مگر چند دنوں میں تم نے اس کا ایک ایک پرزہ ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں اتنی قیمتی چیز دی جائے۔ خبردار! جو آج کے بعد تم نے اسے ہاتھ لگایا''۔

ابا جان! چونکہ موٹر سائیکل آپ نے لے کر دی تھی، چیز قیمتی تھی، استعمال غلط ہو رہا تھا، لہذا اسے واپس لینے کا آپ کو مکمل اختیار تھا اور بہت اچھا کیا جو آپ نے اسے واپس

لے لیا۔ ابا جان! بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ عرصے کے لیے ایک بہت ہی قیمتی چیز یعنی یہ دو آنکھیں دی ہیں، اتنی قیمتی کہ آپ کے بقول جن کی قیمت پچاس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اب آپ سب بزرگ تشریف فرما ہیں، ڈرتا ہوں کوئی گستاخی نہ ہو جائے ایمانداری سے بتائیں! یہ فلم دیکھتے ہوئے ان آنکھوں کا غلط استعمال ہو رہا ہے یا نہیں؟ انتہائی ناجائز استعمال بلکہ ظلم ہو رہا ہے۔ ابا جان! اگر اس جبار اور قہار اللہ نے کسی دن غصے میں کہہ دیا کہ نادانو! تم بھی اس قابل نہیں کہ اتنی قیمتی چیز تمہیں استعمال کے لیے دی جائے۔ لاؤ! واپس کر دو یہ آنکھیں، آج کے بعد تم انہیں استعمال نہیں کر سکتے۔

ابا جان! جو اللہ بن مانگے اتنی قیمتی اور نایاب چیز مفت دے سکتا ہے، کیا چھین نہیں سکتا.....؟ چھین سکتا ہے مگر..... وہ ایسا نہیں کرتا، کیوں.....؟ صرف اور صرف اس لیے کہ وہ حلیم (بُردبار) ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر اس رحیم اور کریم ذات میں یہ صفت نہ ہوتی تو شاید آج پوری دنیا میں بسنے والے انسان اندھے ہوتے۔ مگر ہم آنکھوں والوں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی کہ اللہ نہ کرے اگر کسی دن ہم سے یہ عظیم نعمت چھین لی گئی تو کیا بنے گا۔ کاش! کوئی پوچھے اس نابینا شخص سے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ بے چارہ خوشی منانے کی بجائے ساری رات سجدے میں پڑا گڑگڑاتا رہا کہ ''اے اللہ! اے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والے، تو جانتا ہے کہ یہ میرا پہلا بچہ ہے..... اور لوگ کہتے ہیں کہ اتنا خوبصورت ہے کہ چاند بھی دیکھے تو شرما جائے۔ اے بے قرار کی سُننے والے.....! صرف ایک لمحے کے لیے میری بینائی واپس کر دے تاکہ میں اپنے نورِ نظر کو ایک نظر دیکھ تو لوں۔ اے اللہ! تیرے محبوب ﷺ کا ایک فرمان سنا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں اپنے بندے کو اُس کی دو پیاری اور محبوب چیزوں (آنکھوں) سے آزماتا ہوں اور وہ صبر کرے تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کر دیتا ہوں'' (صحیح بخاری)۔ اے اللہ! جس دن تیرے حبیب ﷺ کا یہ فرمان سُنا، اُس دن سے صبر کر رہا ہوں۔ اے معافی دے کر خوش ہونے والے رب.....! آج تک تجھ سے شکایت نہیں کی مگر آج..... آج اپنے جگر گوشے کا چہرہ دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ اے کریم! صرف پلک جھپکنے کے برابر میری آنکھیں روشن کر دے''۔

میرے محترم بزرگو! کاش فلم یا ڈرامہ دیکھتے ہوئے کوئی بہن یا بھائی صرف ایک منٹ کے لیے یہ منظر اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ پھر وہ ٹی وی سے ویسے ہی بھاگے گا جیسے آپ نے میرے متعلق فرمایا کہ اسے تو جیسے کسی چڑیل نے چُھو لیا ہو"۔

"واہ عمر کے ابو واہ! یہ شکایت لے کر آپ میرے پاس آئے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اپنے بیٹے کی اس حکیمانہ بات پر خوش ہوتے اور مجھے مبارکباد دیتے، اُلٹا آپ اسے بدتمیزی اور اوچھی حرکت قرار دے رہے ہیں۔ بھائی! اللہ کا شکر ادا کریں کہ جس نے آپکو ایسا نیک اور دانش مند بیٹا عطا کیا۔ اللہ کے بندے! اس کی عمر دیکھیں اور بات سمجھانے کا سلیقہ دیکھیں"۔

"پرنسپل صاحب! مہربانی فرمائیں اور یہ اقوال زریں اپنے پاس ہی رکھیں بلکہ بہتر ہوگا کہ کسی چارٹ پر لکھوا کر اس دفتر کی کسی دیوار پر آویزاں کر لیں، مگر ان معصوم بچوں اور ان کے مظلوم والدین کے حال پر رحم فرمائیں، جو صرف آپ کی اس بے ڈھنگی تربیت کی وجہ سے پریشان ہیں۔ حضرت صاحب! ان بچوں کو سارا دن رٹہ نہ لگواتے رہا کریں بلکہ کبھی فرصت ملے تو انہیں والدین کے ادب واحترام والی آیات کا ترجمہ بھی سُنا دیا کریں تاکہ انہیں پتہ چلے کہ جس قرآن کو وہ دن رات طوطے کی طرح رٹ رہے ہیں اس میں والدین کا کیا مقام ہے۔

اب دیکھیں ناں! میں اس کا باپ ہوں مگر اس کی نظر میں میری کوئی حیثیت نہیں۔ ایک دن ہم چند دوست گاڑی میں جا رہے تھے اور یہ "نیم مُلاں" بھی ساتھ تھا۔ میں نے گانا سننے کے لیے کیسٹ کو دبانا چاہا کہ اس بے ادب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا "ابا جان! ہمارے مدنی آقا ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص کسی گانے والی کی محفل میں بیٹھ کر گانا سُنے گا، قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا" (الجامع الصغیر)۔

ابا جان! یاد ہے، ایک دن میں نیچے گری ہوئی پنسل اُٹھانے لگا تھا اور آپ کا سگریٹ میرے کان کو چھوا ہی تھا کہ بے ساختہ میری چیخ نکل گئی۔ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اُس وقت مجھے اتنی جلن ہوئی کہ برداشت سے باہر تھی۔ ابا جان! جب میں گانا سننے والے بدنصیب بہن بھائیوں کے متعلق سوچتا ہوں تو یقین جانیں روح کانپ اُٹھتی ہے کہ

قیامت والے دن جب فرشتے انہیں بُری طرح دبوچ کر جہنم کی آگ میں پگھلا ہوا سیسہ ان کے کانوں میں ڈال رہے ہوں گے، اس وقت ان کے چلانے، واویلا کرنے، تڑپنے اور جلنے کا کیا حال ہوگا؟ کاش! وہ آج ہی توبہ کرلیں ورنہ اس دن کی معذرت کوئی کام نہیں آئے گی''۔

پرنسپل صاحب! یہ ہے اس کی صورتحال کہ سارا دن بس اسی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ تقریباً ایک سال سے ماہرین نفسیات سے مسلسل اس کا علاج کروا رہا ہوں مگر ابھی تک اس کا دماغ درست نہیں ہوا۔ حضرت صاحب! میرے ادب واحترام کا حال تو آپ نے سن لیا۔ اب یہ اپنی ماں کا کتنا فرمانبردار ہے اس کے متعلق بھی سُن لیں۔

ایک دن اس کی ماما نے کہا ''بیٹا! یہ ٹھُڈی کے چند بال تمہارے چہرے پر بہت بُرے لگتے ہیں۔ تمہارے پاپا بغیر داڑھی کے ماشاءاللہ اب بھی 25 سال کے نوجوان نظر آتے ہیں اور تم نے ابھی سے بابا بننے کی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں۔ یاد رکھنا! اگر تم نے داڑھی رکھ لی تو کوئی تمہیں رشتہ دینا پسند نہیں کرے گا''۔

پرنسپل صاحب! ماں کی شفقت دیکھیں، کیسے پیار اور ہمدردی سے سمجھا رہی ہے جبکہ اس بے ادب کا جواب بھی سن لیں۔ فوراً بولا! ''امی جان اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا یہ حکم ماننے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اللہ کے فضل سے اپنے نبی ﷺ کی پیاری سنت سے اپنے چہرے کو ضرور سجاؤں گا۔ باقی رہا شیطان کا یہ بہکاوہ کہ رشتہ نہیں ملے گا تو امی جان صرف آپ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان نوجوان اور ان کی کمزور عقیدہ والی مائیں کان کھول کر سن لیں کہ جس بابرکت ہستی کے حکم سے میں داڑھی رکھنے لگا ہوں اُسے تو اللہ نے گیارہ بیویاں دیں، کیا مجھے ایک نہ دے گا''؟

پھر اُس دن ماں کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھ گیا کہ میں نے اس گھر میں کیبل نہیں چلنے دینی۔ اس کی ماں منتیں کرتی رہی، ہاتھ جوڑتی رہی کہ بیٹا! آج اس ڈرامے کی آخری قسط ہے، آج رنگ میں بھنگ نہ ڈالو۔ مگر یہ تھانیدار صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر تنگ آکر اس کی ماں نے موبائل پر مجھ سے رابطہ کیا، میں نے کہا اس ٹھگنے کی یہ جرأت؟ میں اُسی وقت میٹنگ چھوڑ کر سیدھا گھر پہنچا اور آتے ہی جوتوں سے اس کی خوب ٹھکائی کی۔

قرآن کیا حفظ کر رہا ہے، اس نے تو سارے گھر کو سُولی پہ چڑھا رکھا ہے۔

اس کی بہن الگ پریشان ہے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ اتنی سخت گرمی میں وہ بیچاری گریبان کھلا نہ رکھے اور بغیر بازو کے باریک کپڑے نہ پہنے تو کیا دم گھٹ کر مر جائے؟ مگر اسے تو بس کوئی نہ کوئی موقع چاہیے، فوراً تبلیغ شروع۔ ''میری بہن! میں تمہارا دشمن نہیں، تمہارا خیر خواہ ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ تمہاری معمولی سی لاپرواہی تمہیں جہنم میں لے جائے۔ پیاری بہن! رحمتِ دوعالم ﷺ کے فرمان کے مطابق تنگ اور باریک لباس پہننے والی عورتیں جنت میں جانا تو درکنار جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دوری سے آتی ہے۔ میری بہن! اللہ کے واسطے! اس نافرمانی سے باز آجاؤ''۔

اسی طرح بڑا بھائی نیکر پہنے تو فوری فتویٰ۔ ''بھائی جان! آپ کا اس طرح نیکر پہن کر بہن کے سامنے پھرنا بڑی شرمناک بات ہے۔ میرے بھائی! مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا درمیانی حصہ ستر میں داخل ہے، یعنی چھپانے کے لائق ہے، اسے کسی مرد کے سامنے بھی کھولنا حرام ہے، چہ جائیکہ عورتوں کے سامنے کھولا جائے۔ میرے پیارے بھیا! آپ اکثر نیکر پہنے اس حالت میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر بہن کو شرم آتی ہے مگر آپ کو ذرا خیال نہیں آتا۔''

''عمر کے ابو! اللہ کے واسطے بس کریں۔ میرے بھائی دین دشمنی میں اتنا آگے نہ نکل جائیں کہ واپس پلٹنا مشکل ہو جائے۔ اللہ کی قسم! آپ اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ شریعتِ محمدی ﷺ کو کوس رہے ہیں۔ آپکو تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے آپ کے گھر میں ایسا ''نایاب ہیرا'' پیدا کیا اور دُعائیں دیں اس کے استادِ محترم کو جنہوں نے اتنی محنت سے اسے تراشا اور احسان مند رہیں اس ادارے کے کہ جس نے آج تک اس کی حفاظت کی، ورنہ آج کل کے تعلیمی ادارے اور ان میں پڑھایا جانے والا نصاب بچوں کی جو تربیت کر رہے ہیں اس کے متعلق بھی سُن لیں۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے مگر بالکل سچی باتیں ہیں۔

پچھلے دنوں ہمارے محلے میں ایک صاحب فوت ہوئے، ان کی میت ابھی گھر پڑی تھی کہ ان کا جوان بیٹا اپنے دوست کے گھر ڈرامہ دیکھنے چلا گیا۔ دوست نے دیکھا تو

حیرانی سے پوچھا "بھائی! تمہارے تو والد صاحب ابھی فوت ہوئے ہیں اور تم یہاں ڈرامہ دیکھنے آئے ہوئے ہو"۔ بیٹا کہنے لگا! "گھر ابو کی لاش پڑی ہے اس لیے تمہارے گھر چلا آیا کہ کہیں ڈرامے کی قسط نہ چھوٹ جائے"۔

ایک صاحب دفتر سے گھر تشریف لائے تو ان کا چھوٹا بچہ بھاگ کر ان کی طرف لپکا، جونہی اس نے دیکھا کہ والدِ گرامی خالی ہاتھ تشریف لا رہے ہیں تو غصے سے بولا "پاپا! آپ بھی بڑے "اُلو کے پٹھے" ہیں، میں نے کہا تھا کہ رات کو چاکلیٹ لے کر آنا"۔

ان آنکھوں نے دیکھا کہ دو بھائی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ قریب ہی ان کا باپ بیٹھا تھا۔ ایک بھائی باپ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا "اس "بِسکھ" کو مر لینے دو پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں"۔

ایک نوجوان سے میں نے پوچھا، بیٹا! سُنا ہے تمہارے ابو فوت ہو گئے ہیں، کیا بیمار تھے؟ کہنے لگا۔ "نہیں جناب! ماشاء اللہ بالکل تندرست تھے۔ رات کو دوکان سے آتے ہوئے نئی انڈین فلم ساتھ لائے اور اپنے ہاتھوں سے سی ڈی لگا کر دیکھنے بیٹھ گئے۔ ابھی چند منٹ کی فلم باقی تھی کہ اچانک دل کا دورہ پڑا اور اسی وقت اللہ کو پیارے ہو گئے"۔ اس نوجوان کی یہ بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے کہا بیٹا! یہ بات کسی اور کو نہ بتانا، کیوں اپنے باپ کے خلاف اتنی گواہیاں اکٹھی کر رہے ہو؟

پھر آج کل ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت میڈیا کے ذریعے ایک بہت بڑا ظلم یہ ڈھایا جا رہا ہے کہ بہت سے نیک اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ایسی کردار کشی کی جا رہی ہے کہ جو قوم کے ہیرو تھے، انہیں زیرو بنا کر لوگوں کے ذہنوں سے کھرچ کھرچ کر نکالا جا رہا ہے اور جو زیرو تھے، انہیں ہیرو بنا کر دن رات قوم کے سامنے ایک ماڈل کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ظلم کی انتہا ہے کہ جو جتنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہے وہ اتنا بڑا ہیرو ہے اور قوم کے ہر بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورت کی زبان پر اسی کا نام ہے۔

پچھلے دنوں ایک جگہ چھٹی کلاس (انگلش میڈیم) کے طلباء کا انٹرویو لینے کا اتفاق ہوا۔ تقریباً پوری کلاس میں ایک طالب علم بھی ایسا نہیں تھا، جسے یہ پتہ ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کون ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کون ہیں۔ مجھے ان کی حالت

دیکھ کر رونا آ رہا تھا کہ میرے سوال پر کس طرح بُت بنے بیٹھے ہیں۔ اگر انہیں کسی ہندو ایکٹر یا کرکٹر کے متعلق سوال ہوتا تو ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی اور یہ فر فر ان کا مکمل شجرہ نسب بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بیان کر دیتے۔

پھر اس وقت تو میں شرم سے پانی پانی ہو گیا اور دل خون کے آنسو روتا رہا جب ایک بڑی کلاس کے لڑکے سے پوچھا۔ بیٹا! ہمارے آخری نبی ﷺ کا کیا نام ہے، وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا! ''قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ''۔ افسوس صد افسوس! ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس قوم کے پڑھے لکھے نوجوانوں کو اپنے نبی ﷺ.... اپنے سب سے بڑے محسن بلکہ پوری انسانیت کے محسن اعظم کے نام تک کا علم نہیں، اس قوم کی ذلت اور رسوائی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ وہ رؤف نبی ﷺ جو ساری عمر ہمارے غم میں روتے رہے، وہ رحیم نبی ﷺ جو ساری ساری رات اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر ہمارے لئے بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پاؤں مبارک سُوج جاتے اور سینہ مبارک سے رونے کی آوازیں اس طرح آتیں جیسے چولہے پہ ہنڈیا ابل رہی ہو مگر آج اس کریم نبی ﷺ کے امتیوں کو ان کے احسانات تو در کنار، ان کا نام بھی یاد نہ رہا۔

پہلے کسی کے ماں باپ فوت ہو جاتے تو ان کے ننھے منے بچے چارپائی کے پاس بیٹھے آنکھوں سے موتیوں جیسے آنسو ٹپکا رہے ہوتے اور اپنے والدین کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے معصومانہ انداز میں کہتے ابا جان! اب ہمیں کھلونے کون لا کر دے گا۔ امی جان! اب ہمیں رات کو لوریاں کون دے گا، صبح فجر کے وقت کون جگائے گا، مگر آج کی گندی تہذیب نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔ ایک عورت فوت ہوئی تو اس کی جوان پڑھی لکھی بچی، انتہائی بے ہودہ، مختصر، تنگ اور باریک لباس پہنے ماں کی چارپائی کو پکڑے رو رو کر بین کر رہی تھی۔ ''امی جان! اب ہم کس کے ساتھ بازار شاپنگ کرنے جایا کریں گی یا ابا جان! آپ زندہ تھے تو بڑے موج میلے تھے۔ اب ہم کس کے ساتھ فلم دیکھنے جایا کریں گے، اب ہمیں انڈین سی ڈی کون لا کر دے گا، ہمیں تھیٹر کون لے کر جائے گا''۔

عمر کے ابو! یہ تربیت ہو رہی ہے ہمارے گھروں اور تعلیمی اداروں میں کہ باپ کی نعش گھر پڑی ہے اور بیٹا دوست کے گھر ڈرامہ دیکھنے گیا ہوا ہے۔ کہیں باپ کو اُلو کے پٹھے

جیسی گالی سے نوازا جا رہا ہے تو کہیں باپ کو سکھ کا خطاب دیا جا رہا ہے اور کوئی نا سمجھ اپنے ہی باپ کے خلاف گواہیاں اکٹھی کر رہا ہے کہ اس کا باپ فلم دیکھتے ہوئے مر گیا۔ میرے بھائی! یہ باتیں سن کر تو آپکو ہوش میں آ جانا چاہیے۔ اب بھی وقت ہے کہ جو کچھ نا سمجھی میں آپ نے اپنی زبان سے کہا اس کی سچے دل سے معافی مانگ لیں۔ بے شک میرا رب بڑا توبہ قبول کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے اور یہ بھی سن لیں، وہ دن دور نہیں جب یہ بچہ اللہ کی توفیق سے ایک بہت بڑا عالم دین بنے گا۔ اگر اللہ نے آپکو لمبی زندگی دی تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ امام ربیعہؒ کی طرح ایک بہت بڑا مجمع اس کے درس میں شریک ہوا کرے گا۔ امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کون تھے، ان کے متعلق بھی سُن لیں شاید آپ کے دل میں کچھ نرمی پیدا ہو اور اگر ہو سکے تو یہ واقعہ اپنی بیوی کو ضرور سُنا دیجئے گا۔

جناب ربیعہؒ مدینہ منورہ کے ایک اعلیٰ پائے کے فقیہہ اور ممتاز محدث تھے۔ ان کے والدِ محترم عبدالرحمٰن فروخ ایک دولتمند مجاہد تھے۔ اپنی بیوی کو تیس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی دی اور جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔ چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام ربیعہ رکھا گیا۔ اُدھر اتفاقاً جنگوں کا سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا گیا، یہاں تک کہ 27 برس تک وطن واپس آنے کی مہلت نہ ملی۔ ایک طویل عرصے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو گھر آ کر بیوی کو اپنے سفرِ جہاد کی داستان سنائی اور ساتھ ہی ان تیس ہزار اشرفیوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں، اس نیک خاتون نے جواب دیا "وہ نہایت حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں۔ آپ سفر سے تھکے ہوئے آئے ہیں۔ رات کا وقت ہے، آرام فرمائیں۔ ان شاء اللہ صبح آپ کو ان کا حساب دوں گی"۔ صبح مسجد نبوی سے اذان کی صدا گونجی تو نیک بیوی نے اپنے خاوند (فروخ) کو مودبانہ عرض کی "آپ اگرچہ سفر سے تھکے ہوئے ہیں لیکن اُٹھیں، نماز فجر کا وقت ہو چکا ہے، مسجد میں تشریف لے جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں"۔ چنانچہ عبدالرحمٰن فروخ اٹھے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نماز سے فراغت کے بعد ایک نوجوان اُٹھا اور اپنی مسند پر بیٹھ گیا، مدینہ کے بڑے بڑے نامور اہل علم، امام مالکؒ اور حضرت حسن بصریؒ جیسے بزرگ ان کے درس میں شریک تھے۔ تمام مسجد شاگردوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ فروخ بھی پچھلی صفوں میں

بیٹھے حسرت بھری نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ ایک نوجوان درسِ حدیث دے رہا ہے۔ شوق اور حسرت سے کافی دیر دیکھنے کے بعد ساتھیوں سے پوچھا ''کون خوش نصیب ہے، جس کا لختِ جگر اس جوانی کی عمر میں اتنے اعلیٰ رتبے پر فائز ہے''؟ ساتھیوں نے بتایا ''یہ لڑکا ربیعہؒ ہے جو عبدالرحمن فروخ کا بیٹا ہے''۔ فروخ کی دلی کیفیت کا اندازہ اس وقت اللہ عالم الغیب کے سوا کون جان سکتا تھا۔ خوشی خوشی گھر تشریف لائے اور بے ساختہ بیوی سے کہا ''میں نے اپنے بیٹے کو جس طرح درسِ حدیث میں ماہر پایا، آج تک اس شان کا عالم اور فقیہہ نہیں دیکھا''۔ عقل مند بیوی نے موقع غنیمت جان کر تیس ہزار اشرفیوں کا حساب دینا چاہا۔ پوچھا! ''آپ کو اشرفیاں اچھی ہیں یا بچے کی یہ تربیت''؟ کہنے لگے ''اللہ کی قسم! اشرفیاں تو اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں''۔ بیوی نے کہا ''میں نے وہ ساری رقم اس بچے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دی ہے''۔ سعادت مند باپ نے کہا ''اے نیک بخت! اللہ کی قسم! تو نے مال ضائع نہیں کیا''۔

میرے بھائی! یہ تھی امام ربیعہؒ کی ماں، ایک کمزور سی عورت کہ جس کے سر پر اس کے خاوند کا سایہ بھی موجود نہیں تھا اور ایک عمر کی ماں ہے، جسے دن رات ایک ہی فکر کھائے جارہی ہے کہ اگر عمر قرآن سیکھ گیا تو اُسے پردہ کرنا پڑے گا اور آپکو داڑھی رکھنا پڑے گی۔ میرے بھائی! آپ کو اور آپ کی بیوی کو اس بات کا شعور ہی نہیں کہ اللہ کے ہاں آپ کے اس باعمل حافظِ قرآن بیٹے کی کیا قدر و منزلت ہے۔ سُنیں! ایک واقعہ اور سُناتا ہوں اگر ہو سکے تو یہ بھی اپنی بیگم صاحبہ کو ضرور سُنا یئے گا۔

محمد بغدادیؒ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں، وہ فرماتے ہیں ''جب میری عمر آٹھ سال کی ہوئی تو ایک دن والدہ صاحبہ فرمانے لگیں۔ ''بیٹا! آپکو معلوم ہے کہ آپکے ابا جان فوت ہو چکے ہیں، انہیں بہت شوق تھا کہ میرا بیٹا حافظِ قرآن بنے۔ بیٹا! ایک قافلہ بغداد جانے والا ہے، اپنے باپ کی یہ خواہش پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤ'' میں نے کہا اماں جان غربت کا زمانہ ہے، وہاں مدرسے میں کھانے کا انتظام نہ ہوا تو کیا کروں گا، فرمانے لگیں ''اس کی فکر نہ کرو میں تمہارے لیے کچھ انتظام کر دیتی ہوں''۔ والدہ لوگوں کے گھروں میں جا کر برتن صاف کرتیں، کپڑے دھوتیں، جو آنا ملتا اس

کی روٹیاں پکا کر سوکھنے کے لیے رکھ دیتیں۔ یہاں تک کہ دو سو روٹیاں تیار ہو گئیں۔ ایک دن تمام روٹیاں ایک چھوٹی سی بوری میں ڈال کر میرے کندھے پر رکھ دیں اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے لگیں ''اے اللہ! تیرے سہارے کے بعد یہی ایک سہارا تھا جو میں تیری راہ میں قربان کر رہی ہوں۔ پروردگار! اس کا سفر آسان فرما اور اسے باعمل حافظِ قرآن بنا''۔

روانہ ہونے لگا تو والدہ صاحبہ نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا اماں جان! آپ کیوں روتی ہیں۔ بولیں! ''بیٹا یہ سوچ کر رونا آ گیا کہ تمہاری واپسی تک نہ جانے میں زندہ رہوں گی یا نہیں''۔ تین دن بعد میں بغداد کے ایک مدرسے پہنچا۔ استاد صاحب مجھے دیکھ کر فرمانے لگے ''بیٹا! ہمارے پاس تو کھانے کا کوئی انتظام نہیں، تم یہاں کیسے گذارہ کرو گے''؟ میں نے کہا آپ اس بات کی فکر نہ کریں، والدہ صاحبہ نے انتظام کر کے بھیجا ہے۔ جب مغرب کا وقت ہوتا میں بوری سے روٹی کا آدھا ٹکڑا نکالتا اور دریائے فرات کے کنارے بیٹھ کر اسے پانی میں ڈبوتا، جب لقمہ نرم ہو جاتا تو اسے منہ میں ڈال کر کہتا، اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے کھانے کو روٹی اور پینے کو پانی عطا کیا اور شوربا وہ عطا فرمایا جو قیامت تک سوکھنے کا نام نہیں لے گا۔ وقت گذرتا گیا، یہاں تک کہ جس دن روٹیاں ختم ہوئیں، اس دن قرآن پاک بھی مکمل ہو گیا۔ اُستاد صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ''بیٹا! واپس جاؤ اور اپنی ماں کو یہ خوشخبری سناؤ کہ تم نے قرآن پاک حفظ کر لیا ہے''۔

میں خوشی خوشی گھر آ رہا تھا کہ ماں سنے گی تو فوراً سجدہ شکر ادا کرے گی۔ جونہی گھر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ دستک دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو پڑوس سے ایک بوڑھی اماں باہر نکلیں۔ مجھے دیکھتے ہی رو پڑیں اور بولیں! ''بیٹا میرے گھر آ جا، آج سے تو میرا بیٹا بن جا، تیری ماں تو فوت ہو چکی''۔ یہ خبر مجھ پر بجلی بن کر گری۔ میں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ سیدھا ماں کی قبر پر پہنچا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا، اے اللہ! ایک وقت تھا میری ماں دُعا کر رہی تھی کہ میرے بیٹے کو حافظِ قرآن بنا۔ تُو نے میری ماں کی دُعا قبول فرما لی۔ آج اُس ماں کا حافظ بیٹا تجھ سے التجا کرتا ہے کہ جو قرآن میں حفظ کر کے آیا ہوں اس قرآن کے نور سے میری ماں کی قبر کو روشن کر دے۔ رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ والدہ اور والد صاحب دونوں کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ ''محمد بغدادیؒ

محمد ﷺ کے رب کی قسم! اللہ نے تیرے قرآن کے نور سے ہماری قبروں کو منور کر دیا ہے''۔

عمر کے ابو! آج آپکو اور آپ کی بیوی کو نیک اولاد کی اہمیت کا احساس نہیں۔ اس بات کا پتہ اس وقت چلے گا جب ہم لوگ اپنی اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہوں گے کہ نیک اولاد کیا ہوتی ہے؟ میرے بھائی! مجھے جو کہنا تھا سو کہہ چکا۔ اب صرف ایک مثال دے کر آپ کا معاملہ اس ذات کے سپرد کرتا ہوں کہ جس کے پاس ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے اور ہمارا حساب لینا بھی اسی کے ذمے ہے۔

سُنیے! آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر گلی محلوں میں تماشہ دکھانے والا مداری آتا ہے، جس کے ایک ہاتھ میں ڈفلی اور دوسرے میں بندر کے گلے میں بندھی ہوئی رسی ہوتی ہے۔ کسی جگہ کھڑا ہو کر وہ ہاتھ اوپر کر کے ڈفلی بجاتا ہے۔ ڈفلی کی آواز سنتے ہی محلے کے بچے اس کے گرد جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں، پھر وہ اپنے مخصوص کرتب دکھانے سے پہلے زور سے آواز دیتا ہے، ''بندر بابو! بچوں کو سلام کرو''۔ آواز سنتے ہی بندر دایاں ہاتھ ماتھے پر رکھ کر چاروں طرف گھوم کر سب کو سلام کرتا ہے۔ مداری پھر آواز لگاتا ہے۔ ''ہاں جی'' بچہ جمورا ''سسرال کیسے جاتا ہے''؟ یہ سنتے ہی بندر کا بچہ عینک لگا کر ہاتھ پیچھے باندھے اکڑ کر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ بچے یہ منظر دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور انہی تالیوں کی گونج میں مداری کی آواز گونجتی ہے، ''چلو بھئی! اچھے بچے اپنے گھروں سے آٹا لے کر آئیں۔ بچے فوراً گھروں کی طرف بھاگتے ہیں اور اپنے اپنے برتن میں آٹا لا کر مداری کے تھیلے میں ڈالتے جاتے ہیں۔ مداری اللہ بھلا کرے، جیتے رہو، کی صدائیں بلند کرتا، سرِ شام واپس لوٹ جاتا ہے۔

میرے بھائی! اب جو بات میں آپکو سمجھانا چاہتا ہوں، غور سے سنیے گا.....ایک ان پڑھ سا مداری صرف دو چار کلو آٹے کی خاطر ایک جانور کے بچے کی تربیت کرتا ہے، اُسے سلام کرنا سکھاتا ہے اور ایک ہم ہیں..... اللہ کی قسم! پڑھے لکھے ہونے کے باوجود ایک انسان کے بچے کو سلام کرنا نہیں سکھا سکے۔ میرے بھائی! ایک جاہل سا مداری دو چار کلو آٹے کی خاطر بندر کے بچے کو سسرال جانا سکھا سکتا ہے۔ مگر افسوس.....ہم آج تک ایک مسلمان بچے کو مسجد جانا نہیں سکھا سکے۔

میرے بھائی! جانور کے بچے کے ساتھ اتنی محنت ہو رہی ہے صرف اور صرف دو چار کلو آٹے کی خاطر۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف ایک بچے کی صحیح تربیت کرنے پر اتنی قیمتی جنت دینے کا وعدہ کیا ہے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مگر..... یا تو ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین نہیں یا..... ہماری نظر میں جنت کی قیمت دو چار کلو آٹے سے بھی کم ہے۔

''پرنسپل صاحب اللہ کے واسطے! بس کریں..... (آنسو پونچھتے ہوئے) آپ کی ان باتوں نے تو میری کایا پلٹ کر رکھ دی ہے۔ میں اپنے کئے پر سخت نادم ہوں۔ میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں، امید ہے اللہ مجھے معاف فرما دے گا۔ آج سے ان شاء اللہ میں اور میری بیوی پانچ وقت نماز پڑھیں گے، میں داڑھی رکھوں گا، میری بیوی پردہ کرے گی اور آج کے بعد اس گھر میں کیبل جیسی لعنت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ میری دُعا ہے اللہ اس ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے اساتذہ کو اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے کہ جن کے اخلاص اور محنت کی برکت سے میں اور میری بیوی جہنم کا ایندھن بننے سے بچ گئے۔

اجازت چاہنے سے پہلے صرف ایک پیغام ..... اللہ کے واسطے! اپنے قیمتی اور نایاب ہیروں کے لیے کسی ایسے تعلیمی ادارے کا انتخاب کریں، جہاں پڑھانے والے صحیح معنوں میں مسلمان ہوں اور پھر .... اُستاد ہوں .... مزدور نہ ہوں''۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿۷۴﴾ (الفرقان)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا

اسلامک سنٹر (رسٹ) بخاری روڈ گوجرانوالہ (پاکستان) Tel:(+92-55)3733186
Fax:(+92-55)3733187 e.mail:sleemrouf@hotmail.com